دہشت گردی اور اس کا سدِّباب

غلام محمد جعفری [1]
ghulammuhammadphd@gmail.com

کلیدی کلمات: دہشت گردی، ارہاب، دین اسلام، یورپ

خلاصہ

زمانہ قدیم سے آج تک دہشت گردی کی کوئی متفقہ علمی تعریف سامنے نہیں آ سکی۔ البتہ دہشت گردی کی تعریف کرنا اگر ناممکن نہیں تو کم از کم مشکل ضرور ہے۔ اس لفظ کی لغوی تشریح یوں ہو سکتی ہے کہ "خوف وہراس پیدا کرکے اپنے مقاصد کے حصول کی خاطر ایسا طریقہ کار اختیار کرنا جس سے قصوروار اور بے قصور کی تمیز کے بغیر، وسیع پیمانے پر دہشت اور رعب واضطراب پھیلایا جائے۔ دنیا کے کسی بھی مذہب میں دہشت گردی کی کوئی گنجائش نہیں۔ عالمی سطح پر دہشت گردی کے فروغ کا سب سے بڑا محرک سیاسی ناانصافی ہے۔ قرآن مجید جس عہد اور جس معاشرے میں نازل ہوا اس کا سب سے تکلیف دہ پہلو دہشت گردی، لوٹ مار اور قتل وغارتگری تھی۔ عربی زبان میں دہشت گردی کو "ارہاب" کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ عصر حاضر کے نازک حالات میں اسلام ہی وہ واحد مذہب نظر آتا ہے جو اپنے دامن میں امن وسلامتی کا پیغام لئے ہوئے ہے؛ لیکن بسا اوقات اسلام کی صحیح ترجمانی نہ ہونے کی وجہ سے فرقہ وارانہ فسادات رونما ہونے لگتے ہیں۔ اسی بہانے سے دہشت گردی کو رواج ملنے لگتا ہے، اس کے سد باب کے لئے اسلام کی حقیقی تعارف کروانا ضروری ہے۔

دہشت گردی کیا ہے؟

زمانہ قدیم سے آج تک دہشت گردی کی کوئی متفقہ علمی تعریف سامنے نہیں آ سکی۔ ہر ایک کی نظر میں اس کی مختلف تشریح ہو سکتی ہے۔ دہشت گردی کی کوئی ایسی تعریف کرنا اگر ناممکن نہیں تو کم از کم مشکل ضرور ہے۔ اس لفظ کی لغوی تشریح یوں ہو سکتی ہے کہ "خوف و ہراس پیدا کر کے اپنے مقاصد کے حصول کی خاطر ایسا طریقہ کار یا حکمت عملی اختیار کرنا جس سے قصوروار اور بے قصور کی تمیز کے بغیر، (عام شہریوں سمیت) ہر ممکنہ ہدف کو نشانہ بناتے ہوئے، وسیع پیمانے پر (جسمانی و نفسیاتی) دہشت اور رعب و اضطراب پھیلایا جائے۔" میرے خیال میں جب کوئی فرد، گروہ، ادارہ یا حکومت دوسروں کے بنیادی حقوق کا احترام کئے بغیر ان پر ماوٗرائے قانون اپنی مرضی، سوچ، نظریہ، پالیسی یا عقیدہ، دھونس دھمکی یا تشدد کے ذریعے زبردستی مسلط کرے اور بے جرم وخطاء کسی انسان کو قتل کرے، ظلم ڈھائے، خوف وہراس پھیلائے اور نہتے لوگوں پر حملہ کرے تو اسی کا نام دہشت گردی ہے۔

انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا میں دہشت گردی کی تعریف یوں کی گئی ہے دہشت گردی: "کسی سیاسی مقصد کے حصول کے لئے حکومت، عوام یا کسی فرد کے خلاف منظّم طور پر خوف وہراس یا ناقابل تصدیق تشدد کا نام ہے۔" (

1۔ ریسرچ اسکالر، شعبہ علوم اسلامی، جامعہ کراچی

(1

نام سے ہی ظاہر ہے کہ دہشت گردی کا مطلب ڈرانا، دھمکانا اور خوفزدہ کرنا ہے۔ دہشت گردی کا مفہوم بہت وسیع ہے اور یہ اس وقت جنم لیتی ہے جب صبر و تحمل اور برداشت کے جذبات اور احساسات ناپید ہو جائیں۔ عملی شکل میں یہ ذہنی بھی ہوتی ہے اور جسمانی بھی۔ دہشت گردی عالمی بھی ہوتی اور مقامی بھی۔ اس میں ایک فرد بھی ملوث ہو سکتا ہے اور سینکڑوں لوگوں پر مشتمل گروہ بھی۔ جب ایک معاشرے کا طاقتور طبقہ یا گروہ جو مذہبی بھی ہو سکتا ہے، لسانی بھی ایک دوسرے کو زیر کرنے کے لئے دہشت گردی کا ہتھکنڈہ استعمال کرتا ہے تو اسے مقامی دہشت گردی کہتے ہیں۔ ایک ملک کی دوسرے کے خلاف جارحیت کو بھی دہشت گردی سے گردانا جا سکتا ہے۔ اسی طرح بعض طاقتور ممالک جب کمزور اور ترقی پذیر ممالک کے خلاف جارحیت کا ارتکاب کرتے ہیں تو اسے عالمی دہشت گردی قرار دیا جا سکتا ہے۔

جہاں تک مذہبی دہشت گردی کا تعلق ہے تو دنیا کے کسی بھی مذہب میں دہشت گردی کی کوئی گنجائش نہیں۔ خاص طور پر اسلام میں تو یہاں تک کہا گیا ہے کہ جس نے ایک شخص کی جان لی گویا اس نے پوری انسانیت کو قتل کر ڈالا۔ اسلام تو برداشت اور تحمل کے اظہار کا دوسرا نام ہے۔ اور جہاں تک عالمی دہشت گردی کا سوال ہے تو اس سلسلے میں مغربی طاقتوں اور امریکہ کی جانب سے مسلمانوں کو شدید خطرات لاحق ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ عالمی سطح پر دہشت گردی کے فروغ کا سب سے بڑا محرک سیاسی ناانصافی ہے۔ فلسطین اور کشمیر کے علاوہ عراق اور افغانستان پر امریکی قبضہ نے مسلمانوں میں امریکہ اور یورپ کے خلاف نفرت کے جذبات پیدا کئے اور پھر پچھلی صدی میں برطانیہ نے ناانصافی سے کام لیتے ہوئے فلسطین اور کشمیر کے مسائل کھڑے کر کے دنیا کے امن وامان کو تہہ و بالا کر دیا۔

عصر حاضر میں تمام اقوام بالاخص مسلمان کئی قسم کی دہشت گردی کا شکار ہیں۔ جس میں مسلح دہشت گردی، سیاسی دہشت گردی، معاشی دہشت گردی، نظریاتی و فکری دہشت گردی نمایاں ہیں۔ ہمیں دہشت گردی کی ہر قسم کی نہ صرف بیخ کنی کرنا ہو گی بلکہ ان اسباب و ذرائع کا بھی خاتمہ کرنا ہوگا جو ان دہشت گردیوں کو پروان چڑھاتے ہیں۔

قرآن مجید جس عہد اور جس معاشرے میں نازل ہوا اس کا سب سے تکلیف دہ پہلو دہشت گردی، لوٹ مار اور قتل و غارتگری تھی۔ دہشت گردی، لوٹ مار اور لاقانونیت کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ جزیرۃ العرب میں باضابطہ کسی حکومت کا وجود نہیں تھا، ایسے ماحول میں اللہ کی آخری کتاب قرآن کریم کے نزول کا آغاز ہوا، اس کی پہلی آیت میں علم اور قلم کی اہمیت کو اُجاگر کیا گیا اور یہ بھی بتایا گیا کہ تمام انسانوں کا مادۂ تخلیق ایک ہی ہے۔ علم انسان کو قانون کا پابند بناتا ہے۔ جہاں لوٹ مار، قتل و غارت اور دہشت گردی نے قانون کا درجہ حاصل کر لیا تھا، اسلام نے اس کو امن و سلامتی سے ہمکنار کیا۔

عربی زبان میں دہشت گردی کو ''ارھاب'' کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ قرآن نے ہر مسلمان کو یقیناً اس بات کی تعلیم دی ہے کہ ان کے پاس ایسی طاقت موجود رہنی چاہئے کہ ان کے دشمنوں کو ظلم وجور کے ارتکاب کی ہمت نہ ہو اور وہ مرعوب رہیں، اس کو قرآن نے ''قوت مرہبہ'' سے تعبیر کیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے: ''ان کے لئے جس قدر ممکن ہو طاقت اور گھوڑے تیار کر کے رکھو، تاکہ تم اس کے ذریعہ اللہ اور اپنے دشمن اور دوسرے لوگ جنہیں تم نہیں جانتے لیکن اللہ انہیں جانتا ہے مرعوب رکھ سکو۔'' قرآن کے اس بیان سے واضح ہے کہ طاقت دشمنوں کو مرعوب رکھنے اور ان کو ظلم وجور سے باز رکھنے کے لئے ہے نہ کہ بے قصور لوگوں کو نشانہ بنانے اور تباہی و بربادی پھیلانے کے لئے۔

اور جو لوگ مسلمانوں سے برسرپیکار نہ ہوں اور جن لوگوں نے ان کو گھر سے بے گھر اور شہر سے شہر بدر نہیں کیا، قرآن ان کے ساتھ حسن سلوک اور عدل و احسان کا حکم دیتا ہے، دہشت گردی میں اس بات پر توجہ نہیں دی جاتی کہ اصل ظالم کون ہے؟ بلکہ جو ہاتھ آ جائے اسے

تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ اسلام نے اس کو قطعاً غیر اصولی اور غیر انسانی حرکت قرار دیا ہے۔ قرآن نے قاعدہ مقرر کر دیا ہے کہ ایک شخص کی غلطی کا بوجھ اور اس کی ذمہ داری دوسرے پر نہیں ڈالی جا سکتی۔

انسان جب غور کرتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ کسی معاشرہ میں دہشت گردی کے پنپنے کے اسباب میں ایک سبب ظلم و ناانصافی ہے، مظلوم اگر ظالم کا مقابلہ نہ کر سکے اور انصاف کے حصول سے محروم رہے تو اس میں انتقامی جذبات پیدا ہوتے ہیں اور جب وہ دیکھتا ہے کہ قانونی راستے بند ہیں تو غیر قانونی راستہ اختیار کر لیتا ہے اس لیے دہشت گردی کو روکنے کا سب سے مؤثر طریقہ یہ ہے کہ معاشرہ میں ظلم و جور کا دروازہ بند کیا جائے اور عدل و انصاف کو پوری طرح غیر جانبداری کے ساتھ نافذ کیا جائے تاکہ دہشت گردی پر آمادہ کرنے والے عوامل باقی نہ رہیں، اسی لئے اللہ تعالیٰ عدل و انصاف کا حکم دیتا ہے (2)

قرآن نے تاکید کی ہے کہ کسی قوم سے عداوت تم کو اس کے ساتھ ظلم و ناانصافی پر کمربستہ نہ کر دے اور جادۂ عدل سے ہٹانہ پائے۔ (وَلاَ يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلاَّ تَعْدِلُواْ) (3) قرآن نے ان اسباب کو بھی روکنے کی کوشش کی ہے جو دہشت گردی کا موجب بنتے ہیں، زیادہ تر دہشت گردی کا سبب یہ بات ہوتی ہے کہ لوگ دوسروں کو جبراً اپنے مذہب و عقیدہ کا تابع بنانا چاہتے ہیں۔ قرآن نے صاف اعلان کر دیا ہے کہ دین کے معاملہ میں جبر و اکراہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے "لا اکراہ فی الدین" (4) اور دوسروں کے مذہبی مقتدا اور پیشواؤں کو برا بھلا کہنے سے بھی سختی کے ساتھ منع کیا ہے چونکہ کہ اس سے جذبات مشتعل ہوتے ہیں۔ (5)

اس وقت عالم اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نہایت شدت کے ساتھ دہشت گرد ہونے کا پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے حالانکہ خود مسلمان ملکی اور عالمی دہشت گردی کا نشانہ بنے ہوئے ہیں۔ مسلمان اگر اپنے ممالک میں اپنی مرضی سے اسلامی نظام حیات کو نافذ کرنا چاہتے ہیں تو اس کو شدت پسندی کا نام دے کر مداخلت کی راہ ہموار کی جاتی ہے۔

اسلام میں لوٹ مار، قتل وغارتگری اور دہشت گردی کی کوئی گنجائش نہیں بلکہ قتل و غارتگری اور دہشت گردی کے سدّباب پر زور دیا گیا ہے۔ ہاں یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ اسلامی معاشرے میں لوٹ مار، قتل و غارتگری اور دہشت گردی کا آغاز عہد رسالت مآب ﷺ میں گستاخی رسول ﷺ سے ہوا تھا یعنی دوسرے الفاظ میں قرآنی معاشرے میں قتل و دہشت گردی کا آغاز فتنہ خوارج سے ہوا۔

قرآنی معاشرے میں دہشت گردی اور قتل عام کے ذمہ دار بھی یہی لوگ ہیں آج بھی اسلامی ممالک میں لوٹ مار، قتل و غارتگری اور دہشت گردی جیسے جرائم میں ملوث افراد بھی خارجی ذہنیت رکھنے والے اور انہی کے پیروکار ہیں۔

قرآن کا بغور مطالعہ کیا جائے تو کئی مقامات پر ان خوارج کی علامات و بدعات، فتنہ پرور روش، سازشی کاروائیوں اور مسلح بغاوت کے بارے میں واضح ارشادات ملتے ہیں۔

فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ (6)

ترجمہ: "وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے اس (قرآن) میں سے صرف متشابہات کی پیروی کرتے ہیں۔۔۔"

حافظ ابن کثیر نے اس آیت کی تفسیر میں جو حدیث بیان کی۔ اس میں فرمان رسول ﷺ کے مطابق اہل زیغ سے مراد "خوارج" ہیں۔ (7)

يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ أَكَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنتُمْ تَكْفُرُونَ (8)

ترجمہ: "جس دن کئی چہرے سفید ہوں گے اور کئی سیاہ، تو جن کے چہرے سیاہ ہوں گے (ان سے کہا جائے گا) کیا تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا؟ تو جو کفر تم کرتے رہے تھے سو اس کے عذاب کا مزہ چکھ لو۔"

امام ابن ابی حاتم ، حافظ ابن کثیر ، امام سیوطی وغیرہ نے سیاہ چہرے والوں اور ایمان کے بعد کفر کرنے والے (مرتدین) سے مراد فرمانِ رسول ﷺ کے مطابق ''خوارج'' لیا ہے۔ (9)

وَيُفْسِدُونَ فِي الأَرْضِ أُوْلَئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ (10)

ترجمہ : ''اور زمین میں فساد انگیزی کرتے ہیں، انہی لوگوں کے لئے لعنت ہے اور ان کے لئے برا ٹھکانہ ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں :

''اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ فساد انگیزی کرنے والوں سے مراد الحروریہ (خوارج) ہیں۔'' (11)

اس آیہ کریمہ سے واضح ہے جو زمین میں فساد انگیزی کرتے ہیں، لعنت انہی لوگوں کے لئے ہے۔ جو زمین میں (یعنی مسلمانوں میں خونریزی، رہزنی وڈاکہ زنی وغیرہ سے) فساد انگیزی کرتے ہیں ان کی سزا کے بارے میں ارشاد الٰہی ہے :

إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلافٍ أَوْ يُنفَوْا مِنَ الأَرْضِ ذَلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ (12)

ترجمہ : ''بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں (یعنی مسلمانوں میں خونریزی، رہزنی وڈاکہ زنی وغیرہ سے) فساد انگیزی کرتے ہیں ان کی سزا یہی ہے کہ وہ قتل کیے جائیں یا پھانسی چڑھادیے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیے جائیں یا وطن کی زمین سے دور ملک بدر یا قید کردیے جائیں۔ یہ (سزا تو) ان کے لئے دنیا میں ہے اور ان کے لئے آخرت میں (بھی) بڑا عذاب ہے۔''

امام طبری اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس (رض) سے نقل کرتے ہیں :

''جس نے مسلم آبادی پر ہتھیار اٹھائے اور راستے کو اپنی دہشت گردی کے ذریعے غیر محفوظ بنایا اور اس پر کنٹرول حاصل کرکے لوگوں کا پرامن طور پر گذرنا دشوار بنادیا تو مسلمان حاکم کو اختیار ہے چاہے تو ایسے فساد انگیزوں کو قتل کرے، چاہے پھانسی دے یا چاہے تو حسب قانون ہاتھ پاؤں کاٹ کر کوئی اذیت ناک سزا دے''۔(13)

پس اس قرآنی آیت کے مطابق اسلامی معاشرے میں لوٹ مار، قتل و غارتگری اور دہشت گردی کے سدّباب اور روک تھام کے لئے مفسدین کے قتل، پھانسی، حسب قانون ہاتھ پاؤں کاٹنے سے بھی گریز نہ کیا جائے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں ذوالخویصرہ تمیمی نامی گستاخ شخص کی گستاخی بھی دراصل اس بدترین فتنے کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔

''عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ : بَيْنَا النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم يَقْسِمُ ذَاتَ يَوْمٍ قِسْمًا فَقَالَ ذُوالْخُوَيْصِرَةِ رَجُلٌ مِنْ بَنِي تَمِيْمٍ : يَا رَسُولَ اللهِ، اعْدِلْ، قَالَ : وَيْلَكَ مَنْ يَعْدِلُ إِذَا لَمْ أَعْدِلْ؟ ۔۔۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. ''

یعنی : ''حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا : کہ ایک روز حضور نبی اکرم ﷺ مالِ (غنیمت) تقسیم فرمارہے تھے تو ذوالخویصرہ نامی شخص جو کہ بنی تمیم سے تھا، نے کہا : یارسول اللہ ﷺ ! انصاف کیجئے۔ آپؐ نے فرمایا : تو ہلاک ہو، اگر میں انصاف نہ کروں تو اور کون انصاف کرے گا؟ حضرت عمرؓ نے عرض کیا : مجھے اجازت دیں کہ اس کی گردن اڑادوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا : نہیں، کیونکہ اس کے ساتھی بھی ہیں کہ تم ان کی نمازوں کے مقابلے میں اپنی نمازوں کو حقیر جانوگے اور ان کے روزوں کے مقابلہ میں اپنے روزوں کو حقیر جانوگے۔ وہ دین سے اس طرح نکلے ہوئے ہوں گے جیسے کمان سے تیر نکل جاتا ہے، پھر اس کے پیکان پر کچھ نظر نہیں

آتا، اس کے پٹھے پر بھی کچھ نظر نہیں آتا، اس کی لکڑی پر بھی کچھ نظر نہیں آتا اور نہ اس کے پروں پر کچھ نظر آتا ہے، وہ گوبر اور خون کو بھی چھوڑ کر نکل جاتا ہے۔ وہ لوگوں میں فرقہ بندی کے وقت (اسے ہوا دینے کے لئے) نکلیں گے۔ ان کی نشانی یہ ہے کہ ان میں ایک آدمی کا ہاتھ عورت کے پستان یا گوشت کے لوتھڑے کی طرح ہلتا ہوگا۔"

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ حدیث پاک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہے اور میں (یہ بھی) گواہی دیتا ہے کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا جب ان لوگوں سے جنگ کی گئی، اس شخص کو مقتولین میں تلاش کیا گیا تو اس وصف کا ایک آدمی مل گیا جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا تھا۔" (14)

حافظ ابن حجر عسقلانی میں لکھتے ہیں کہ اسی ذوالخویصرہ تمیمی کا ہم خیال گروہ ہی بعد میں خوارج کی صورت میں ظاہر ہوا۔(15)

امام بدرالدین العینی نے عمدۃ القاری۔ ۱۵: ۶۲ میں یہی مفہوم بیان کیا۔ بعد ازاں عہد عثمانی میں خوارج زیادہ کھل کر سامنے آئے اور عہد علوی میں باقاعدہ خوارج کی تحریک کا آغاز ہوگیا اور پھر قرآنی معاشرے میں دہشت گردی، لوٹ مار اور قتل و عام کا بازار گرم کیا گیا۔ دوسری طرف اسلام تو دنیا کے کسی بھی انسانی معاشرے میں بھی دہشت گردی، لوٹ مار اور قتل و غارتگری کی ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ اسلام تو یہ ہے کہ خود قرآن میں اللہ فرماتا ہے:

مِنْ أَجْلِ ذَٰلِكَ كَتَبْنَا عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنَّهُ مَن قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا (16)

ترجمہ: "اسی وجہ سے بنی اسرائیل کو یہ فرمان لکھ دیا تھا کہ جو کوئی کسی کو قتل کرے جب کہ یہ قتل نہ کسی اور جان کا بدلہ لینے کے لئے ہو اور نہ کسی کے زمین میں فساد پھیلانے کی وجہ سے ہو تو یہ ایسا ہے جیسے اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جو شخص کسی کی جان بچالے تو یہ ایسا ہے جیسے اس نے تمام انسانوں کی جان بچالی۔"

بہرحال اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیا ہے کیونکہ کوئی شخص قتل ناحق کا ارتکاب اسی وقت کرتا ہے جب اس کے دل سے انسان کی حرمت کا احساس مٹ جائے، نیز اگر کسی کو ناحق قتل کرنے کا چلن عام ہو جائے تو تمام انسان غیر محفوظ ہو جائیں گے، لہٰذا قتل ناحق کا ارتکاب چاہے کسی کے خلاف کیا گیا ہو، تمام انسانوں کو یہ سمجھنا چاہئے کہ یہ جرم ہم سب کے خلاف کیا گیا ہے۔ حمران کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے اس قول (مِنْ أَجْلِ ذَٰلِكَ كَتَبْنَا... قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا) کے بارے میں سوال کیا کہ اس کے کیا معنی ہیں؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا: "اسے جہنم کے ایسے مقام میں رکھا جائے گا جہاں جہنمیوں کے عذاب کی آخری حد ہو گی گویا اگر وہ ساری انسانیت ہی کو قتل کر ڈالے گا تو بھی اسی جگہ اسے عذاب ملے گا۔" میں نے عرض کیا: "اگر ایک اور انسان کو قتل کر ڈالے تو پھر؟" آپؑ نے فرمایا: "اسے اس کا دوگنا عذاب ملے گا" (17)

قتل کی حرمت کے متعلق ایک اور جگہ فرمان الٰہی ہے:

"وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ" (18)

ترجمہ: "جس جان کو اللہ نے حرمت عطا کی ہے اسے قتل نہ کرو"۔

اسی طرح سورۃ الفرقان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ (19)

ترجمہ: " اور نہ (ہی) کسی ایسی جان کو قتل کرتے ہیں جسے بغیرِ حق مار نا اللہ نے حرام فرمایا ہے۔"
ان آیتوں میں صرف مسلمانوں کے قتل کی ممانعت نہیں ہے بلکہ ہر اُس شخص کے قتل کی ممانعت ہے جس کی جان کو اللہ تعالیٰ نے حرمت بخشی ہے۔

حجۃالوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے اپنے عظیم خطبہ میں اس بات پر بھی زور دیا کہ کسی کا خون نہ بہایا جائے، چنانچہ ارشاد فرمایا:

" تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری آبروئیں ایک دوسرے کے لئے ایسی ہی حرمت رکھتی ہیں جیسے تمہارے اس مہینے (ذی الحجہ) میں تمہارے اس شہر (مکہ مکرمہ) اور تمہارے اس دن کی حرمت ہے یعنی کسی شخص کو ناحق قتل کرنا کافروں اور گمراہوں کا کام ہے نیز ایک دوسرے کو کافر یا گمراہ کہہ کر قتل نہ کرنا" (20)

عصر حاضر کے نازک حالات میں اسلام ہی وہ واحد مذہب نظر آتا ہے جو اپنے دامن میں امن و سلامتی کا پیغام لئے ہوئے ہے ' لیکن بسااوقات اسلام کی صحیح ترجمانی نہ ہونے کی وجہ سے فرقہ وارانہ فسادات رونما ہونے لگتے ہیں, حالانکہ دین اسلام فساد اور فسادیوں کی سختی سے مذمت کرتا ہے۔

اسلام میں قتل کی حرمت کی وجہ بیان کرتے ہوئے امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے انسان کے قتل کو اس لئے حرام قرار دیا ہے کہ اگر اس کا قتل حلال ہوتا تو مخلوق میں فساد پیدا ہو جاتا، دنیا تباہ ہو جاتی اور سارا نظام بگڑ جاتا۔" (21)

مذکورہ مطالب کے بیان کا مقصد یہ نہیں کہ مسلمان ہی دہشتگرد ہیں؟ بالکل ایسا نہیں ہے کیونکہ 1790ء میں فرانسیسی انقلاب کے دوران 1793ء اور 1794ء کو دہشت کے سال قرار دیا گیا فرانسیسی انقلاب کے ان سالوں میں میکس ملن رابسپیری نے 5 لاکھ سے زائد افراد کو گرفتار کیا، جن میں سے چالیس ہزار کو قتل کیا گیا اور دو لاکھ سے زائد کو بھوکا رکھ کر مارا گیا تھا اس لئے ان سالوں کو دہشت کے سال قرار دیا گیا۔ یہ صرف ایک واقعہ نہیں ہے، اس جیسے مزید کئی واقعات ہیں جن کی طرف نہ تو ہمارا میڈیا دیکھتا ہے نہ ہی کسی کی توجہ جانے دی جاتی ہے۔ میڈیا مسلمانوں کے حق میں صرف اتنا کہتا ہے کہ "سارے مسلمان دہشت گرد نہیں لیکن سارے دہشت گرد مسلمان ہیں"۔

1880ء میں ثار الیکسز ینڈر، سینٹ پیٹر زبرگ میں ایک بلٹ پروف گاڑی میں سفر کر رہا تھا اور وہاں دو دھماکے ہوئے پہلے دھماکے میں آس پاس کھڑے 21 افراد ہلاک ہوئے، دوسرے دھماکے میں ثار الیکسز ینڈر خود ہلاک ہوا۔ ان دھماکوں کا ذمہ دار اگناسی گرینویٹسکی تھا جس کا تعلق روس سے تھا اور وہ مسلمان نہیں تھا۔

1886ء میں ہے مارکیٹ شکاگو میں ایک لیبر ریلی کے دوران دھماکا ہوا جس میں 12 افراد موقع پر ہلاک ہوئے، یہ حملہ تخریبیوں نے کیا تھا جن میں کوئی مسلمان نہیں تھا۔

6 ستمبر 1901ء کو امریکی صدر ولیم میکنلے لیون فرینک نامی ایک شخص کے ہاتھوں قتل ہوا، وہ مسلمان نہیں تھا۔

یکم اکتوبر 1910ء کو لاس اینجلس میں ٹائمز اخبار کی عمارت میں دھماکے میں 21 افراد ہلاک ہوئے، یہ دھماکہ دو عیسائیوں جیمز اور جازف نے کیا تھا وہ عیسائی تھے اور عیسائی، مسلمان نہیں ہوتے۔

28 جون 1914ء کو آسٹریا کے شہزادے اور اس کی بیوی کو قتل کیا گیا یہ کاروائی باسنیا کے کچھ لوگوں نے کی جو مسلمان نہیں تھے۔ 16 اپریل 1925ء کو بلگاریا کے صدر مقام صوفیا کی ایک چرچ میں دھماکہ ہوا جس میں دس ہزار اور پچاس افراد ہلاک ہوئے اور پانچ سو افراد زخمی ہوئے۔ یہ دھماکہ بلگاریا کی کیمونسٹ پارٹی نے کیا تھا اور وہ مسلمان نہیں تھے۔ 1934ء میں یوگوسلاویا کے بادشاہ کو قتل کیا گیا اور قاتل مسلمان نہیں تھا۔ 1961ء میں پہلا امریکی جہاز اغواء ہوا جس کا ذمہ دار ایک روسی تھا اور وہ مسلمان نہیں تھا۔ 1995ء میں اوکلاہوما کی وفاقی

بلڈنگ میں 500 پاؤنڈ دھماکہ خیز مواد سے بھرا ایک ٹرک ٹکرایا جس کے نتیجے میں 500 سے زائد افراد زخمی ہوئے، اس دھماکے کے پیچھے عیسائی تھے، مسلمان نہیں۔

دوسری جنگِ عظیم کے بعد 1941ء سے لے کر 1948ء تک یہودیوں نے 259 سے زائد دہشت گرد کاروائیاں کیں اور جیسا کہ آپ جانتے ہیں یہودی سب کچھ ہو سکتے ہیں مسلمان تو بالکل نہیں ہو سکتے۔ 16 جولائی 1946ء کو کنگ ڈیوڈ ہوٹل میں کاروائی کی گئ جس میں 91 افراد قتل ہوئے جس میں 28 برطانوی، 41 عرب، 17 یہودی اور 5 دوسرے افراد شامل تھے۔ یہ حملہ مناخم بگین کی سربراہی میں ہوا تھا جسے بعد میں برطانیہ کا دہشت گرد نمبر ون کہا گیا، بعد میں اسی دہشتگرد نمبر ایک کو امن کا نوبل انعام ملا اور یہی دہشت گرد نمبر ایک اسرائیل کا وزیرِ اعظم بھی بنا۔ حیرت ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا وہ مسلمان تھا؟

ہٹلر نے 60 لاکھ یہودیوں کو قتل کیا، فلسطینی مسلمانوں نے ان کو پناہ دی جس کا صلہ یہ ملا کہ یہودیوں نے فلسطینیوں کو ان کی اپنی سرزمین سے نکال باہر کیا اور اب جب وہی فلسطینی اپنا گھر واپس مانگتے ہیں تو وہ دہشت گرد اور شدت پسند ہیں۔ اسپین میں، جہاں اللہ اکبر کا نعرے کے ساتھ حملہ کرنے والوں کو مسلمان کہا جا رہا ہے، وہیں ای ٹی اے نامی ایک دہشت گرد تنظیم نے دہشت گردی کے 36 حملے کئے وہ مسلمان نہیں تھے۔ افریقہ میں مشہور دہشت گرد تنظیم جس کا نام لارڈز آف سیلویشن آرمی ہے جو نو عمر بچوں کو دہشت گرد کاروائیوں کے لئے استعمال کرتی ہے اور وہ سب عیسائی ہیں۔

آج مسلمانوں پر خود کش حملوں کا نام آتا ہے جبکہ سری لنکا کے تامل ٹائیگرز نے اس کا رواج عام کیا اور انہوں نے چھوٹے بچوں کو خود کش حملوں کے لئے استعمال کرنا شروع کیا تھا۔ 1984ء میں بھارتی سکیورٹی فورسس نے سکھوں کے گولڈن ٹیمپل میں کاروائی کی جس میں 100 سے زائد افراد کو قتل کیا گیا جس کے نتیجے میں بھارتی وزیرِ اعظم اندرا گاندھی کا قتل ہوا۔

ان تمام واقعات میں کہیں مسلمانوں کا نام نہیں، یہ وہ واقعات ہیں جو نائن الیون سے پہلے واقع ہوئے، اس کے بعد اسلام کو بدنام کرنے کی سازش شروع کی گئی، مسلمانوں کو مارا جاتا ہے، جب وہ اس کے خلاف آواز اٹھائیں تو ان کو دہشت گرد اور شدت پسند کہا جاتا ہے، فریڈم آف ایکسپریشن کا نام لے کر ان کی عزت کی دھجیاں اڑائی جاتی ہیں اور اگر وہ اسی فریڈم آف ایکسپریشن کا نام لے کر احتجاج کریں تو ان کو دہشت گرد کہا جاتا ہے۔ قوانین موجود ہیں لیکن ان کا استعمال اگر مسلمان کریں تو وہ شدت پسند ہیں۔

ہٹلر، ساٹھ لاکھ یہودیوں کا قاتل، وہ ایک عیسائی تھا، جوزف سٹالن نے 2 کروڑ افراد کو قتل کیا جن میں سے ڈیڑھ کروڑ کو بھوکا رکھ کر مارا گیا، یہ مسلمان نہیں تھا، چینی ماؤزتنگ نے ڈیڑھ سے دو کروڑ افراد کا قتل کیا وہ بھی مسلمان نہیں تھا، اٹلی کے موسّولینی نے چار لاکھ افراد کو قتل کیا، فرانسیسی انقلاب کے دوران دو لاکھ افراد کو ایک ایسے انسان نے قتل کیا جو مسلمان نہیں تھا۔

عراقی سابق صدر صدام حسین کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس نے لاکھوں افراد کو قتل کیا جبکہ امریکہ کے جارج بش نے اس کے خلاف کاروائی میں پانچ لاکھ بچوں کو قتل کر ڈالا کیا جارج بش مسلمان تھا؟ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں صرف ایک اسامہ بن لادن کو لے کر لاکھوں افراد کو افغانستان میں قتل کیا گیا اور اب تک یہ سلسلہ جاری ہے، کیا امریکی، برطانوی اور نیٹو افواج مسلمانوں کے ہاتھ میں ہیں؟ لیبیا، مصر، عراق میں کتنے بے گناہ افراد کا قتل کیا گیا؟آج کونسی طاقتیں داعش کے ذریعے مسلمانوں کا بے دریغ قتل و عام کر رہی ہے اور وہ کونسی مخفی طاقت ہے جو مسلمان ملک حجاز (سعودی عربیہ) کو ابھار کر اس کے ذریعے اسلامی ملک یمن پر آئے دن حملہ کیا جا رہا ہے اور ہزاروں مسلمان قتل ہو رہے ہیں۔ پاکستان میں آئے دن کتنے ڈرون حملے ہوتے ہیں۔

فرانس کے دارالحکومت پیرس میں 13 نومبر 2015ء کو خود کش حملہ آوروں نے پرامن شہریوں کو دہشت گردی کا نشانہ بنایا جس کے نتیجے میں 129 افراد جاں بحق اور تقریباً ساڑھے چار سو افراد شدید زخمی ہیں۔ یہ واقعہ افسوس ناک اور قابل مذمت ہے، اسے اسلام سے منسوب کرنا اور مساجد و مدارس کو اس کا ذمہ دار قرار دے کر انتقامی کارروائیوں کا ہدف بنانا ہر گز قرین انصاف نہیں ہے۔

اسلام امن و آشتی اور بنیادی انسانی حقوق کے تحفظ کا ضامن ہے۔ قرآن و سنت میں ہر متنفس کی جان کو محترم قرار دیا گیا ہے۔ قرآن نے ایک انسان کا ناحق قتل پوری انسانیت کے قتل کے مترادف قرار دیا ہے۔ کسی کا مذہب اور عقیدہ کوئی بھی ہو جب تک وہ کوئی ایسا جرم نہ کرے جس پر عقوبت، حد اور تعزیر لازم آتی ہے تو وہ بالکل بے گناہ شمار ہو گا۔ البتہ جب کوئی جرم کا مرتکب ہو تو ایسی صورت میں بھی کسی فرد یا تنظیم کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اسے سزا دے۔ قانون کو ہاتھ میں لینے کی اجازت اسلام نے کسی صورت نہیں دی۔ یہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے قوانین کے مطابق جرائم کو ختم کرنے کے لئے فیصلے صادر کرے۔ اسلام کے مطابق دوسرے مذاہب کے خداؤں کو کچھ نہ کہا جائے۔

جو لوگ اسلام کو اور مسلمانوں کو دہشت گرد کہتے ہیں ان کو چاہئے اسلام اور قرآن کا مطالعہ کریں۔ مسلمان اس نبیؐ کی اُمت ہیں کہ جنھوں نے جنگ کے دوران بھی انسانی حقوق کو پوری طرح ملحوظ رکھا۔ آج مغرب میں مساجد کو نشانہ بنایا جا رہا ہے اور قرآن کی توہین دل کی بھڑاس نکالنے کا ذریعہ بن چکی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ہر جنگ کے موقع پر صحابہؓ کو یہ تلقین فرمائی کہ مقدسات یعنی کسی بھی مذہب کی عبادت گاہوں، ان کی کتب اور ان کے تمام دینی شعائر کو جنگی دستبرد سے محفوظ رکھا جائے۔ فی الحقیقت انسانیت کو تہذیب تو ملی ہی انبیائے کرامؑ سے ہے اور اس تہذیب واخلاق کی تکمیل، نبوت کی تکمیل کی طرح محمد رسول اللہ ﷺ پر ہوئی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے جب خیبر کے قلعوں پر فتح پائی تو جو مالِ غنیمت ملا اس میں بڑی تعداد میں تورات کے نسخے بھی تھے، ہر چند کہ تورات تحریف شدہ کتاب ہے اور اس زمانے میں بھی یہود کے پاس جو تورات تھی، اس کا حقیقی تورات سے برائے نام ہی تعلق تھا۔ قرآنِ مجید میں بہت تفصیل کے ساتھ بتایا گیا ہے کہ یہودیوں نے اللہ کے کلام کو خواہشاتِ نفس کے تحت اس حد تک بدل دیا تھا کہ حقیقت مکمل طور پر خرافات میں کھو گئی۔ اس کے باوجود چونکہ یہودیوں کے نزدیک تورات ان کی کتاب مقدس ہے اس لئے تورات کی کسی مسلمان نے کوئی بے حرمتی نہ کی۔

مسلمانوں کی پوری تاریخ میں کبھی بھی کسی مذہب کے مقدسات اور عبادت خانوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا گیا۔ اس کے مقابلے میں دیگر مذاہب کے پیروکاروں نے مقدسات اور عبادت خانوں کے علاوہ دیگر مذاہب کی کتبِ مقدسہ کی ہمیشہ بے حرمتی کی ہے۔ خیبر کے یہودیوں نے جب آنحضور ﷺ سے درخواست کی کہ تورات کے تمام نسخے انہیں واپس دے دیئے جائیں تو آپؐ نے ان کے مطالبے پر بلاتامل تمام نسخے ان کے حوالے کر دیئے۔

دہشت گردی اس وقت جنم لیتی ہے جب طاقتور ممالک اور قومیں اپنی قوت کے زعم میں دوسروں کے بنیادی حقوق پامال کرنا شروع کر دیتی ہیں۔ اس دہشت گردی کے ناسور کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا اسی صورت میں ممکن ہے جب پوری دنیا میں مذہب، رنگ، نسل اور زبان سے بالاتر ہو کر انسان کو بطور انسان اس کے حقوق کی ضمانت دی جائے۔ جرم کوئی فرد کرے یا تنظیم، کوئی ریاست اس کی مرتکب ہو یا حکومت، اس کا سدِّباب کرنا پوری انسانیت کی ذمہ داری ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے اسلام کے بنیادی اصول بیان کرتے ہوئے واضح طور پر یہ فیصلہ سنایا کہ اسلامی ریاست میں ہر غیر مسلم کو اس کے بنیادی حقوق اور مذہبی آزادی حاصل ہے۔ اگر کوئی مسلمان حکمران یا شہری کسی غیر مسلم کا حق مارے گا تو میں قیامت کے دن اس مظلوم کی طرف سے ظالم کے خلاف اللہ کے دربار میں استغاثہ کروں گا۔ ہم درد دل کے ساتھ اہل یورپ سے یہ کہتے ہیں کہ دہشت گرد کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ وہ خواہ ناروے کا انتہا پسند قومیت پرست ہو یا امریکہ و یورپ کا شہری ہو، وہ نام نہاد مسلمان ہو یا کسی اور مذہب کا پیروکار ہو، اس کی پہچان بطور دہشت گرد ہونی چاہیے، نہ کہ وہ جس مذہب سے تعلق کا دعویٰ کرتا ہو، اس کو موردالزام ٹھہرایا جائے۔

یورپ کے ہر ملک میں یہ مساجد اور ان کے ذمہ دار ملکی قوانین کے پوری طرح پابند اور وفادار ہیں۔ اگر کہیں جرائم کے جراثیم پروان چڑھ رہے ہوں تو ان کا ثبوت فراہم کرنا چاہیے اور عدالتی کارروائی کے ذریعے حقائق سامنے آنا چاہیں۔ ہمیں دہشت گردی اور قتل عام سے ڈر کر خاموشی اختیار کرنے کے بجائے اس ظلم کے خلاف ہر فورم پر آواز بلند کر کے اپنے زندہ ہونے کا ثبوت دینا ہو گا۔ اسی طرح اپنے ہمسایوں سے تعلقات بہتر بنانے ہونگے اور ایک دوسرے کے دکھ درد میں عملاً شریک ہونا ہوگا۔

بہر حال ہمیں مذہبی شدت پسندی کی حوصلہ شکنی کرنی ہوگی اور ایسے عناصر کا راستہ روکنا ہوگا جو معاشرے کو منافرت اور عدم برداشت کی طرف لے جارہے ہیں اور قرآنی معاشرے میں دہشت گردی، لوٹ مار اور قتل و غارتگری کے سدِّباب کے لئے تمام اہل دانش مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ فرقہ واریت اور دہشت گردی کے خلاف شعوری بیداری کی خصوصی مہم چلاتے ہوئے اہل اسلام کی فکری و عملی راہنمائی کریں اور ہر خاص و عام کو تلقین کریں کہ وہ جنونی انتہا پسندوں کے جھوٹے دعوؤں کو اسلام کی حقیقی تعلیمات کے آئینے میں دیکھتے ہوئے باہمی اتحاد و یگانگت جو ایک اسٹریٹیجی و حکمتِ عملی کے علاوہ شرعی ضرورت بھی ہے کو فروغ دینے کے لئے تبلیغ و تلقین کا فریضہ سرانجام دیں اور اسلامی تعلیمات کی گمراہ کن تشریح کرکے فتنہ فساد برپا کرنے والے افراد اور گروہوں کے باطل نظریات کے خلاف عوام الناس کو آگاہ کریں اور نوجوان نسل کو سمجھائیں کہ ہمارا مقدس دین اسلام امن و سلامتی کا پیغام دینے والا دین ہے جو کہ فتنہ فساد برپا کرنے کی سختی سے ممانعت کرتا ہے۔ موجودہ دور میں میڈیا بھی اصلاح معاشرہ اور دہشت گردی کے سدِّباب کے لئے اہم کردار ادا کرسکتا ہے۔ اسلامی ممالک کے میڈیا کو انتہا پسندی اور فرقہ واریت کے خلاف رائے عامہ کو بیدار اور منظّم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

قرآنی معاشرے میں دہشت گردی، لوٹ مار اور قتل و غارتگری کے سدِّباب کے لئے عملی طور پر مسلمانوں کو متحد ہو کر تفرقہ واختلاف سے بچنا ہوگا جیسا کہ سورہ نحل میں ارشاد ہوتا ہے:

"وَلَا تَكُونُوا كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِن بَعْدِ قُوَّةٍ أَنكَاثًا" (22)

ترجمہ: "خبردار اس عورت کی مانند نہ ہو جائے کہ جس نے اپنا سوت مضبوط کاتنے کے بعد پھر اُسے ٹکڑے ٹکڑے کرڈالا۔"

دوسری جگہ زجر و توبیخ کرتے ہوئے فرماتا ہے:

"وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ" (23)

ترجمہ: "اور آپس میں جھگڑو نہیں ورنہ تمہارے اندر کمزوری پیدا ہو جائے گی اور تمہاری ہَوا اُکھڑ جائے گی۔"

دہشت گردی کے تاریخی پس منظر اور ان دہشت گردوں کی کاروائیوں کو بیان کرنے کا مقصد یہ تھا کہ ہمارے لئے یہ واضح ہو جائے کہ دہشت گردی کا یہ سلسلہ کئی صدیوں پر محیط ہے اور یہ کسی نہ کسی شکل میں موجود رہا ہے۔ اس سے ہمیں یہ بھی کسی حد اندازہ ہو جاتا ہے کہ اس مسئلے کے حل کے لئے کس پیمانے اور کس نوعیت کے اقدامات کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔

جہاں تک قرآنی معاشرے میں دہشت گردی کے سدِّباب کرنے کی بات ہے تو اس سلسلے میں مندرجہ ذیل اقدامات کی ضرورت ہے۔

میدان جنگ ہو یا پُرامن حالات، عسکریت پسندی اور اس کے پروپیگنڈے کے خلاف ملکی اور بین الاقوامی سطح کے اقدامات کی ضرورت ہے۔ Pro-active approach کے ذریعے دہشت گردوں کا قلع قمع کرنے کے لئے فوجی آپریشن نہایت ضروری ہے۔ ماضی میں ان دہشت گردوں کو بنانے کے لئے بین الاقوامی سطح پر جس طرح کئی ممالک مشترکہ طور پر فنڈز اور اسلحہ مہیا کرتے تھے آج اُنہی ممالک پر مشتمل فوجی اتحاد تشکیل دے کر ان دہشت گردوں کے خلاف فوجی آپریشن کیا جا رہا ہے۔ اس سلسلے میں اُن کی پالیسی کے دو نہایت اہم پہلو ہیں۔

ایک پہلو یہ ہے کہ ان دہشت گردوں کو جڑ سے اکھاڑ کر نہ پھینکا جائے بلکہ صرف اُنہی دہشت گردوں کے خلاف فوجی آپریشن کیا جائے جو بین الاقوامی سطح پر اُن کے مفادات کو زک پہنچانے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اس پالیسی کا علمبردار اور حمایتی سعودی عرب ہے جو اس بات کا

خواہش مند ہے کہ دہشت گردوں کو صرف اُسی قدر نقصان پہنچایا جائے جس سے اس کی بین الاقوامی سطح پر سرگرمیاں ختم ہوسکیں تاکہ یہ دہشت گرد علاقائی سطح پر اپنے مخالف مکاتب فکر کے خلاف دہشت گردی کی اپنی سرگرمیاں جاری رکھ سکیں۔اس طرح ایک زخمی سانپ کو اپنا غصہ علاقائی سطح پر اپنے مخالف مکاتب فکر کے خلاف نکالنے کے لئے چھوڑ دیا جائے۔

جبکہ اس پالیسی کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ بین الاقوامی سطح پر تمام ممالک چاہتے ہیں اگر اُن کے مخالف ممالک میں دہشت گردی ہو رہی ہے تو اُسی طرح جاری رہنی چاہیے لیکن اگر اس دہشت گردی کا رُخ اُن کے اپنے ملک کی طرف ہوتا ہے تو اس وقت اُنہیں تشویش لاحق ہو جاتی ہے۔اگر میں یہ دعویٰ کروں تو بیجا نہ ہوگا کہ اس وقت تمام ممالک اس پالیسی پر عمل پیرا ہیں اور اسی لئے سب مل کر ان دہشت گردوں کو قلع قمع کرنے کے لئے مشترکہ طور پر کوئی اقدام نہیں کرتے۔

ہر شخص اس حقیقت سے باخبر ہے کہ امریکہ نے جب مشرق وسطیٰ کی مذہبی دہشت گرد تنظیم داعش پر حملے کا فیصلہ کیا تو اُس سے پہلے صدر بارک اوباما نے سعودی فرمانروا کو فون کرکے اُس کی رضا مندی حاصل کی تو سعودی عرب نے بعض شرائط کے تحت اس فوجی آپریشن کے لئے گرین سگنل دیا، جس میں ایران کو اس اتحاد میں شامل نہ کرنا، جبکہ شام میں حکومت مخالف جنگجوؤں کو امریکی فنڈز اور اسلحہ ملنے کی شرط بھی شامل تھی اور ہم نے دیکھ لیا کہ ایک طرف امریکہ نے عراق میں حملے کا حتمی فیصلہ کیا تو دوسری طرف فوراً شامی حکومت کے مخالف جنگجوؤں کے لئے کانگریس نے امریکی امداد منظور کرلی۔اگرچہ امریکی تزویراتی و دفاعی دانشوروں نے بین الاقوامی میڈیا میں سخت تنقیدی لہجہ اپناتے ہوئے صاف طور پر کہا کہ جب تک داعش کے خلاف عراق اور شام میں یکساں طور پر فوجی کاروائیاں نہیں کی جائے گی امریکہ اور اُس کے اتحادی اس عفریت کو مکمل طور پر شکست نہیں دے سکیں گے۔اس پالیسی کے پیچھے اُن کی یہی خواہش اور کوشش کارفرما ہے کہ جب تک یہ دہشت گرد اُن کے مخالف ملک یا ممالک کے مفادات کے خلاف ہیں تو یہ صورتحال جوں کی تُوں رہے۔

اسی طرح ملکی قوانین میں ضروری قانون سازی نہایت اہم ہے جس کے ذریعے ان دہشت گردوں کو گرفتار کرکے قرار واقعی اور فوری نوعیت کی سزائیں دی جا سکیں۔

تیسرے اقدام کے طور پر بِلاتخصیص تمام مذہبی مدارس کے نصاب میں بعض تبدیلیاں لانا ناگزیر ہے۔اسی طرح بِلاتخصیص تمام غیر ملکی فنڈز جو ان مذہبی مدارس کے لئے آرہے ہیں ان پر نظر رکھی جائے۔لیکن یہاں اس نکتے کی وضاحت ضروری ہے کہ اس ملک میں یہ تمام اقدامات اب ناممکن نہیں تو نہایت مشکل ضرور ہیں۔کیونکہ کئی ایسے مدارس ہیں جو اس وقت ایک ایمپائر کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں۔وہ اقتصادی، دفاعی اور انتظامی طور پر خود کفیل ہو گئے ہیں۔اگر اُن کے غیر ملکی فنڈز کو روکا بھی جائے جو بجائے خود ایک مشکل کام ہے تو پھر بھی ان مدارس کے لئے کوئی بڑی پریشانی کی بات نہیں۔جب صورتحال یہ ہو کہ دہشت گرد بین الاقوامی طاقتور ممالک اور ملکی سطح پر حکومتوں کو اپنے مطالبات منظور کرنے پر مجبور کر رہے ہوں تو پھر دہشت گردی کا سدِّباب موجودہ قوانین اور اقدامات کے ساتھ ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔

*****

حوالہ جات

1۔انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا، ص: ۶۵۰

2۔ان اللہ یامر بالعدل والاحسان) (النحل 90)

3۔المائدہ: ۸

4۔البقرہ، آیت ۲۵۶

5۔الانعام ۱۰
6۔آل عمران۔ ۷
7۔ابن کثیر۔ تفسیر القرآن العظیم ،ج ۱: ص ۳۴۷
8۔آل عمران۔۱۰۶
9۔ابن ابی حاتم۔ تفسیر القرآن العظیم ،ج ۲: ص ۵۹۴
10۔الرعد: ۲۵
11۔ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم ،ج ۱: ص۳۴۷
12۔المائدہ۔۳۳
13۔قرطبیؔ، الجامع الاحکام القرن ،ج ۹: ص۳۱۴
14۔طبری۔ جامع البیان فی تفسیر القرآن،ج۶: ص ۲۱۴
15۔الاصابہ فی تمیز ،ج ۲: ص ۴۹
16۔المائدہ ۳۲
17۔فروع کافی جلد ۷ ص ۲۷۱
18۔الاسراء ۳۳
19۔الفرقان آیت ۶۸ اور ۶۹
20۔ صحیح بخاری۔ باب حجۃالوداع، صحیح مسلم۔ باب القسامۃ
21۔وسائل الشیعہ جلد ۱۹ ص ۶
22۔ نحل آیت نمبر۹۲
23۔انفال،آیت: ۴۶